بیت اللہ روحانی اور جسمانی پاکیزگی کے حصول اور اُس کی ترویج کا مرکز ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶؍مئی ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

❁❁❁

☆ قرآن کریم ظاہری اور باطنی صفائی اور پاکیزگی کی تعلیم سے بھرا پڑا ہے۔

☆ قرآن کریم نے یہ حکم دیا ہے کہ دین سیکھنے ہر ملک اور ہر قوم کی نمائندہ جماعت مرکز میں آنی چاہئے۔

☆ یہ معلوم کریں کہ امام وقت کن کاموں کی طرف اور کن منصوبوں کی طرف اُنہیں بلاتا ہے۔

☆ اُمت مسلمہ پر ایسی کوئی مصیبت نہیں آسکتی جو صفحۂ ہستی سے ان کو مٹا دے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی لفظی اور معنوی حفاظت کا بھی وعدہ کیا ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

پچھلے خطبات میں میں نے تعمیر بیت اللہ کے متعلق دس مقاصد کا ذکر کیا تھا اوران پر اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ جو آیات میں ان خطبات کے شروع میں پڑھتا رہا ہوں ان میں میں نے بتایا تھا کہ ان میں تیئس مقاصد کا ذکر ہے دس کے متعلق میں اس سے پہلے کچھ کہہ چکا ہوں۔

گیارھواں مقصد یا گیارہویں غرض تعمیر بیت اللہ کی طَھِّـرَا کے الفاظ میں بیان ہوئی تھی کہ تم اس بیت اللہ کی تطہیر کا انتظام کرو، اس کو پاکیزہ رکھنے کا انتظام کرو، اس کی صفائی کا انتظام کرو اور اس میں یہ اشارہ کیا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ اس گھر کو ظاہری صفائی اور باطنی پاکیزگی اور طہارت کا مرکز بنانا چاہتا ہے یہ غرض بھی خاتم الانبیاء اور افضل الرسل محمد رسول ﷺ کی بعثت سے پوری ہوئی۔ آپ کی شریعت میں ظاہری اور جسمانی صفائی اور روحانی پاکیزگی کے حصول کے متعلق ایک اکمل اور مکمل تعلیم ہمیں عطا ہوئی ہے اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ کی آیات ۱۵۱ اور ۱۵۲ میں فرماتا ہے کہ جہاں کہیں بھی تم ہو جو کام بھی اسلامی شریعت کی ہدایات کے مطابق تم کرو اس میں اس بات کا خیال رکھو کہ تمہیں خاص مقاصد اور اغراض کے پیش نظر پیدا کیا گیا ہے اور تم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ تم ان مقاصد کو پورا کرو اور تمام دنیا میں، اقوام عالم میں شریعت اسلامیہ کو قائم کرو اور اسے زندہ رکھو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں جو اس طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ تم بیت اللہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے مقاصد کو ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا کرو۔ یہ اس لئے ہے کہ میں اپنی نعمت کو تم پر پورا کرنا چاہتا ہوں وَلِاُتِـمَّ نِـعْـمَتِیْ عَلَیْکُمْ ۔ اتمام نعمت کی غرض سے یہ مقاصد میں نے تمہارے سامنے رکھے ہیں اگر تم ہماری بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق ان مقاصد کے حصول کے لئے سعی کرو گے اور خلوص نیت سے ہمارے احکام بجالاؤ گے تو تم پر ہماری جو نعمتیں ہوں گی وہ اس طور کی ہوں گی اور اس نوعیت اور قسم کی

ہوں گی کہ ان کے متعلق اتمام نعمت کا فقرہ بولا جا سکے گا۔ اور وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْکُمْ کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا (آیت ۱۵۲) میں کہ ایک رسول تمہاری طرف بھیجا گیا ہے جو پاکیزگی کی تعلیم تمہیں دیتا ہے۔

چونکہ طبعاً سوال پیدا ہوتا تھا کہ اے خدا! مقاصد کا تو ہمیں پتہ چل گیا، مگر ہماری کوششوں کی راہوں کی ابھی تعیین نہیں کی گئی، اگر تعیین ہو جاتی تو ہمارے لئے سہولت ہوتی اس لئے دوسری آیت (۱۵۲) میں بتا دیا کہ جو راہ تمہیں میرا پیارا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتائے وہی وہ راہ ہے جو پاکیزگی کی طرف لے جاتی ہے اور جس راہ پر چل کر تم مقاصد تعمیر بیت اللہ کو حاصل کر سکتے ہو فرمایا کہ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ کہ تمہارے تزکیہ کے سامان اس رسول کے ذریعہ سے ہم نے مہیا کر دیئے ہیں۔ اس لئے کہ وہ آیات پڑھ کر سناتا ہے کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور اس کی حکمتیں بیان کرتا ہے۔

پس طَھِّرَا میں جو غرض بیان کی گئی تھی اور جس کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا تھا، اس کو پورا کرنے والے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خود قرآن کریم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آپ اس غرض کو پورا کرنے والے ہیں، کیونکہ یہاں مسجد حرام، مقاصد کا سامنے رکھنا، اتمام نعمت اور تزکیہ نفوس اور اس کے طریق یہ تمام باتیں ان دو آیتوں میں اکٹھی کر دی گئی ہیں۔

سورۃ بقرہ کی آیات میں عام پاکیزگی کا ذکر تو ہے لیکن زیادہ زور روحانی اور دینی پاکیزگی پر ہے سورۃ مائدہ کی آیت سات میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اگر تم جنبی ہو تو نہا لیا کرو۔ اس میں یہ تعلیم دی کہ اسلام میں جسموں کو پاک اور صاف رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ جسم کی صفائی اور کپڑوں کی صفائی اور گھر کی صفائی اور ماحول کی صفائی اور مساجد کی صفائی اور ان کی پاکیزگی اور طہارت کا خیال رکھنا اور زبان کی صفائی اور کان کی صفائی اور آنکھ کی صفائی اور ناک کی صفائی کے بارے میں بڑی شرح کے ساتھ تعلیم بیان کی ہے۔ اس تعلیم کی تفصیل میں میں اس وقت نہ جانا چاہتا ہوں اور نہ میرے لئے اس کی تفصیل میں جانا ممکن ہے بہرحال قرآن کریم پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ (جس سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا) کہ قرآنی شریعت میں جتنا زور ظاہری اور باطنی صفائی اور پاکیزگی پر دیا گیا ہے اس کا سواں حصہ، شاید ہزارواں حصہ بھی پہلے کسی مذہب نے ان باتوں پر زور نہیں دیا تو جو مقصد طَھِّرَا کے اندر بیان ہوا تھا اس کو پورا کرنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا اور آپ نے اس مقصد کا حصول اُمت مسلمہ کے لئے ممکن بنا دیا کیونکہ صفائی کی ہر شاہراہ کی

طرف ہمیں ہدایت دی اور ہر تعلیم جو صفائی سے تعلق رکھنے والی اور پاکیزگی اور طہارت سے تعلق رکھنے والی تھی کھول کر ہمارے سامنے بیان کر دی اور ان ہدایات پر عمل کرنے کی راہیں ہم پر آسان کر دیں۔ اس سے پہلے کسی نبی نے ان میدانوں میں اتنا عظیم کام نہیں کیا پس مقصد ہے پاکیزگی اور طہارت اور اس کے حصول کا ذریعہ بنے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ اور اس کے حصول کی ذمہ واری پڑتی ہے اُمت مسلمہ پر اور اس زمانہ میں مسلمانوں میں سے اس جماعت پر جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے ازسرنو خدا اور اس کے رسول کے لئے زندہ کیا گیا ہے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تم پر کسی قسم کی تنگی اور سختی کرنا نہیں چاہتے۔ تمہیں پاک کرنا اور تم پر اپنے احسان کو پورا کرنا ہمارا مقصد ہے۔ اگر روحانی پاکیزگی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ جسمانی صفائی ور پاکیزگی کی تعلیم نہ دی جاتی تو اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان اُدھورا رہ جاتا مگر وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ ۔اس نے وہی پسند کیا کہ وہ اپنے احسان کو پورا کرے اور اتمام نعمت کرے۔ اس نے یہ تعلیم اس لئے دی ہے تا تمہارے اندر کوئی گند باقی نہ چھوڑے اور کامل اور مکمل طور پر تمہیں پاک اور مطہر بنا دے۔

اسی طرح قرآن کریم نے پانی کے متعلق فرمایا کہ اس کے بہت سے فوائد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے تم ظاہری صفائی کرتے ہو، کپڑے دھوتے ہو، برتن دھوتے ہو، گلیاں صاف کرتے ہو، مکانوں کو دھوتے ہو، جسموں کو دھوتے ہو۔ ہزار پاکیزگیاں ہیں جو پانی کے ذریعہ سے حاصل کی جاتی ہیں مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ (الانفال:۱۲) تو قرآن کریم ظاہری اور باطنی صفائی اور پاکیزگی کی تعلیم سے بھرا پڑا ہے اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی ہے جن کے ذریعہ تعمیر بیت اللہ کا یہ مقصد حاصل ہوتا ہے۔

خانہ خدا کی تعمیر کی بارہویں غرض لِطَّآئِفِيْنَ میں بتائی گئی تھی اور اس لفظ میں اس طرف اشارہ تھا کہ اقوام عالم کے نمائندے بار بار یہاں اس لئے جمع ہوں گے کہ وہ پاکیزگی اور طہارت کی تعلیم حاصل کریں اور پھر اپنے اپنے علاقہ میں جا کر اس تعلیم کو پھیلائیں اور اس کی اشاعت کریں۔ یہ غرض بھی حقیقی طور پر صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ پوری ہوئی ہے قرآن کریم نے اسی مقصد کے پیش نظر یہ حکم دیا۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي

الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔ (توبہ:۱۲۲)

یعنی مومنوں کے لئے یہ تو ممکن نہیں کہ وہ سارے کے سارے مرکز اسلام میں اکٹھے ہو جائیں۔ کیونکہ اسلام کے مخاطب اقوام عالم ہیں اقوام عالم مرکز اسلام میں کسی وقت بھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں لیکن مرکز کے ساتھ اقوام عالم کا پختہ تعلق قائم رہنا بھی ضروری ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تمہیں یہ تعلیم دیتے ہیں کہ چونکہ سب کا اکٹھا ہونا یہاں ممکن نہیں اس لئے کیوں نہ ہوا کہ ان کی جماعت میں سے ایک گروہ نکل پڑتا تا کہ وہ دین کو پوری طرح سیکھتے اور واپس لوٹ کر اپنی قوم کو بے دینی سے بچاتے اور اس طرح گمراہ ہونے سے ان کو بچا لیتے۔ انذار کے ذریعہ اور تخویف کے ذریعہ۔

تو یہاں قرآن کریم نے اُمت مسلمہ کو جو اقوام عالم پر مشتمل اور اکناف عالم میں پھیلی ہوئی ہے یہ حکم دیا ہے کہ ہر قوم اور ہر ملک کی ایک نمائندہ جماعت مرکز میں آتی رہنی چاہئے تا کہ وہ دین سیکھے اور ضروریاتِ وقت سے آگاہ ہو اور اس بات کا علم حاصل کرے کہ اسلام کے لئے موجودہ زمانہ میں کسی قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہے اور ان کو معلوم ہو کہ ان کا امام وقت کن کاموں کی طرف اور کن منصوبوں کی طرف انہیں بلاتا ہے اور تا کہ وہ ان کی حکمتوں کو سمجھیں تا جب وہ واپس جائیں تو اپنے اپنے علاقہ میں اپنے دوسرے بھائیوں کو یہ بتائیں کہ اس وقت اسلام پر مثلاً فلاں فلاں طرف سے حملہ ہو رہا ہے اس کے جواب کے لئے تم تیار ہو جاؤ۔ اسلام کے خلاف دجل کے یہ طریق استعمال کئے جارہے ہیں اور اس وجہ سے اسلام کی حفاظت اور اسلام کی بقا کے لئے اور اسلام کی ترقی اور استحکام کے لئے جماعت کے سامنے یہ منصوبہ رکھا جارہا ہے۔ ان قربانیوں اور ایثار کے نمونوں کو پیش کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جاؤ اور عملی طور پر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قبیلوں کے نمائندے مدینہ میں آپ کے پاس جمع ہوتے رہتے تھے علم دین سیکھتے اور علم قرآن سیکھتے قرآن کریم کے بعض حصوں کو یاد کرتے تَفَقُّهٗ فِی الدِّيْنِ حاصل کرتے اور پھر وہ اپنی قوم میں واپس جاتے اور اس طرح احیاء دین اسلام کے سامان پیدا کرتے۔ جو لوگ وہاں مدینہ میں آتے وہ بھی اپنے وقت کی قربانی دیتے علم دین سیکھنے کے لئے بھی اور علم دین سکھانے کے لئے بھی اور ان سے علم دین سیکھنے والے بھی اپنے وقت خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو مدینہ میں آنے کا ان کے نفسوں کو تو فائدہ پہنچ جاتا ان سے دوسروں کو کوئی فائدہ نہ پہنچتا لیکن اس سکیم اور اس

منصوبہ کی اصل غرض تو تھی ہی یہ کہ لوگ باہر سے مرکز میں آئیں دین سیکھیں ضروریات اسلام کا علم حاصل کریں پھر واپس جائیں اور یہ باتیں اپنے دوسرے بھائیوں کو بتائیں۔

پس ''طواف'' کا مقصد حاصل نہیں ہوتا جب تک یہ طائفہ وطائفین اور یہ لوگ وقت کی قربانی دینے والے نہ ہوں اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام نے پاکیزگی اور طہارت کی تعلیم دی ہے اور خدا تعالیٰ نے ایسی اُمت پیدا کر دی ہے جو اپنے وقتوں کو قربان کر کے خدا اور اس کے رسول کے لئے مرکز میں جمع ہوتے ہیں اور واپس جا کر خدا اور رسول کی رضا کے لئے اپنے بھائیوں کو علم قرآن سکھاتے علم دین ان کو بتاتے۔ جو تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں اسلام کی حفاظت یا اسلام کی اشاعت کے لئے۔ وہ باتیں ان کے سامنے رکھتے اور ان کے دل میں خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کرنے کے لئے بشاشت پیدا کرتے۔

اس حکم کو اس وقت کی قوموں اور قبائل نے خوب اچھی طرح سمجھا تھا۔ چنانچہ ابن عباس کی روایت ہے۔

كَانَ يَنْطَلِقُ مِنْ كُلِّ حَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ عِصَابَةٌ فَيَأْتُوْنَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَيَسْأَلُوْنَهُ عَمَّا يُرِيْدُوْنَ مِنْ اَمْرِ دِيْنِهِمْ وَيَتَفَقَّهُوْنَ فِيْ دِيْنِهِمْ

(تفسیر ابن کثیر سورۃ توبہ آیت وما کان المومنون)

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ عرب کے ہر قبیلہ میں سے ایک جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی اور جن باتوں کا انہیں پہلے علم نہ ہوتا ان کے متعلق وہ پوچھتے بصیرت حاصل کرتے مسائل کی حکمتیں معلوم کرتے اور پختہ ہو جاتے، اپنے دین پر اور تَفَقُّه فِي الدِّينِ کو حاصل کرتے، پھر وہ واپس جاتے اور دوسروں کو جا کر وہ سکھاتے تھے۔ چنانچہ بہت تفصیل کے ساتھ ان وفود کا ذکر ہماری تاریخ میں پایا جاتا ہے جو اس غرض کے لئے اور اس حکم کو پورا کرنے کے لئے مدینہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور دین سیکھنے کے لئے وہاں ٹھہرتے تھے ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ پھر تیسرا گروہ پھر ایک اور گروہ آ جاتا تھا۔ ایک تسلسل جاری تھا اور اس تسلسل میں دین کی بقاء کے سامان رکھے گئے تھے مثلاً تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایک وقت میں بحرین سے چودہ (۱۴) نمائندے آئے تھے اور اسی طرح حضرموت (یمن) سے اسّی (۸۰) نمائندے آئے تھے اور اسی طرح ستر (۷۰) اسّی (۸۰) افراد پر مشتمل ایک وفد بنوتمیم کا دین سیکھنے کے لئے آیا اور یہ وفود بَقَوْا بِالْمَدِيْنَةِ مُدَّةً يَتَعَلَّمُوْنَ

الْقُرْاٰنَ وَالدِّیْنَ ثُمَّ خَرَجُوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ دین سیکھا پھر اپنی قوم میں گئے اور انہیں دین سکھلایا۔
میں نے یہ چند مثالیں صرف اس لئے بیان کی ہیں تا کہ ہماری جماعتوں پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ اب تو وہ شاید ایک نمائندہ بھی نہیں دیتیں ان کلاسز کے لئے جو یہاں جاری کی جاتی ہیں لیکن اس طرح کام نہیں بنے گا بلکہ کافی تعداد میں لوگوں کو یہاں آنا پڑے گا تب ہم دین اسلام کی خدمت کما حقہ کر سکتے ہیں۔
بہرحال اس کی تفصیل تو میں اس وقت بتاؤں گا جب میں ان مقاصد پر بطور وعدہ کے بیان کو ختم کر چکوں گا اور ان وعدوں پر بطور ذمہ داری کے اپنے بیان کو شروع کروں گا کیونکہ یہ ساری ذمہ داریاں ہیں جو مسلمانوں پر اور خصوصاً اس وقت میں ہم احمدیوں پر عائد ہوتی ہیں۔
تیرھواں مقصد وَالْعٰكِفِيْنَ میں بیان ہوا تھا اور بتایا گیا تھا کہ اس کے ذریعہ سے ایک ایسی قوم پیدا کی جائے گی جو اپنی زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کرنے والی ہوگی اور واقفین کے اس گروہ میں قوم قوم اور ملک ملک کے نمائندے شامل ہوں گے یہ غرض بھی صرف آنحضرت ﷺ کے وجود سے پوری ہوئی ہے اس سے پہلے اس کے پورا ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا کیونکہ قوم قوم کے نمائندے وہاں آ ہی نہ سکتے تھے مکہ کا نہ انہیں علم تھا نہ اس کی محبت ان لوگوں کے دلوں میں تھی۔ میں نے بتایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مقاصد کو پورا کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ“ (البقرۃ:۱۸۸) اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہم تم سے یہ امید رکھتے ہیں کہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھا کرو۔ دنیا کے تمام تعلقات سے منہ موڑ کر خالصۃً خدا کے لئے اپنی زندگی کے چوبیس گھنٹے چند ایام کے لئے گزارو تا کہ وقف کی روح کو زندہ کیا جائے اور چونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنایا گیا ہے۔ اس لئے وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ (البقرۃ:۱۸۸) کے معنی یہ ہوئے کہ میری خاطر تمہیں خطہ خطہ زمین میں بطور واقف کچھ وقت گزارنا پڑے گا کیونکہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی اشارۃً بتایا تھا خانہ کعبہ یا بیت اللہ ایک مرکزی نقطہ ہے اور ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تمہیں اس کے اظلال بھی بنانے پڑیں گے یعنی اسی کی نقل میں انہی مقاصد کے حصول کے لئے اسی قسم کی پاکیزگی اور طہارت کو پیدا کرنے کے لئے جگہ جگہ پر ایسے مراکز کھولنے پڑیں گے جو بیت اللہ کے ظل ہوں گے اور ان کے قیام کی غرض وہی ہوگی جو بیت اللہ کے قیام کی غرض ہے۔
اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بتایا کہ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ہر اس جگہ پر جہاں اُمت مسلمہ

تقویٰ کی بنیادوں پر بیت اللہ کا ظل قائم کرے گی ۔ تمہیں بطور واقف کے بیٹھنا پڑے گا ورنہ یہ مقصد پورا نہیں ہوگا اس کے متعلق بھی میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا، لیکن مجھے خیال آیا کہ اگر خانہ کعبہ کی تعمیر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ واقفین اُمــــم یعنی ہر مقام اور قبائل کے جو واقف ہیں وہ مرکز یا اس کے ظل میں آ کر جمع ہوں اور وہاں بیٹھیں تو وقف اور ہجرت میں بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ صرف مکہ سے ہی نہیں بلکہ دوسرے علاقوں سے بھی قبائل کے بعض نمائندے اپنے علاقہ کو چھوڑ کے اور اپنے قبیلے کو چھوڑ کر مدینہ میں آ کے دھونی رما کے بیٹھ گئے تھے اور پھر وہیں بیٹھے رہے۔ ان کی جو ہجرت تھی اپنی قوم یا اپنے ملک سے وہ اس قسم کی نہیں تھی جو مکہ سے ہجرت تھی بلکہ اس قسم کی تھی جو ایک واقف کی ہجرت ہوتی ہے جو اپنا علاقہ چھوڑ کے، اپنی رشتہ داریاں چھوڑ کے، اپنے گھر بار کو چھوڑ کے، اپنی جائیداد کو چھوڑ کے خدا کے لئے مرکز میں آ جاتا ہے اور پھر مرکز کی ہدایت کے مطابق دنیا کے مختلف حصوں میں کام کرتا ہے۔ مثلاً یمن میں ایک قبیلہ اشعریین کا تھا وہاں کے ابوموسیٰ اشعری بڑے مشہور بزرگ صحابی ہیں ان کے ساتھ اسّی (۸۰) نفوس ہجرت کر کے مدینہ میں آ گئے اور اسی طرح اور بہت سے قبائل ہیں تاریخ میں جن کا ذکر آتا ہے کہ وہ مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے استفادہ کے لئے وہاں آ گئے تھے جن میں سے ایک ابو ہریرہ بھی ہیں رضی اللہ عنہ۔

چودھواں مقصد وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ میں بیان ہوا تھا اور بتایا گیا تھا کہ اس کے ذریعہ سے اقوام عالم ذات باری اور صفات باری کا کامل عرفان حاصل کریں گی اور اس کے نتیجہ میں اطاعت، فرماں برداری، ایثار اور فدائیت اور قربانی کے وہ نمونے دکھائیں گی کہ جن کی مثال دنیا میں کوئی اور مذہب پیش نہ کر سکے گا اور جنہیں دیکھ کر دنیا حیرت میں ڈوب جائے گی۔

یہ مقصد بھی نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ سے پورا ہوا اور آپؐ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں نہ صرف آپ کے زمانہ میں بلکہ بعد میں بھی ہر صدی میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جو اس مقصد کو پورا کرنے والے تھے اس کی تفصیل میں بھی میں اس وقت جانا نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی تو جب میں ذمہ داریوں کی طرف دوستوں کو توجہ دلاؤں گا اس وقت میں اس کی تفصیل میں جاؤں گا۔ انشاء اللہ۔

پندھواں مقصد بَلَدًا اٰمِنًا میں بیان ہوا تھا اور وعدہ دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس گھر کو دنیا کے ظالمانہ حملوں سے اپنی پناہ میں رکھے گا اور اس کے مٹانے کی ہر کوشش ناکام کر دی جائے گی بلکہ حملہ آور تباہ اور

برباد ہوں گے اور اس میں اس طرف اشارہ تھا کہ ہم نے مکہ کی حفاظت ایک خاص غرض کے ماتحت کی ہے اور بتایا تھا مکہ کی حفاظت اس لئے کی جائے گی تا دنیا پر یہ بات واضح کریں کہ جس نبی اکرم (ﷺ) کو ہم اس مقام سے مبعوث کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری حفاظت میں ہوگا اور تا دنیا یہ جان لے کہ جو شریعت ہم یہاں نازل کرنا چاہتے ہیں اس کے بھی ہم ہی محافظ ہوں گے۔

تو نبی اکرم ﷺ کا خدا کی پناہ میں ہونا اور اس نبی معصوم پر جو شریعت نازل ہوئی ہے اس کا پوری طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہونا۔ خانہ کعبہ کی حفاظت میں ان ہر دو کی حفاظت کا وعدہ دیا گیا تھا چنانچہ قرآن کریم نے یہ دعویٰ کیا کہ جو وعدہ کیا گیا تھا اس وعدہ کے مصداق محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور فرمایا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۔ اس آیت کی ابتداء یوں ہوتی ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدہ :۶۸) کہ جو ہدایت اور جو تعلیم اور جو شریعت تم پر نازل کی گئی ہے تم بلا خوف اور بغیر خطرے کے دلیری کے ساتھ اس کی تبلیغ کرو اور اس آب حیات کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤ، لیکن ہم تمہیں یہ بتاتے ہیں کہ اس تبلیغ پر دنیا راضی نہیں ہوگی اور خوش نہیں ہوگی بلکہ وہ ہزار منصوبے بنائے گی تمہیں قتل کرنے کے، تمہیں ہلاک کرنے کے، تمہیں مٹا دینے کے، تمہاری تنظیم کو مٹا دینے کے۔ لیکن تم دنیا اور اس کے منصوبوں اور سازشوں کی پرواہ نہ کر، کیونکہ ہمارا تم سے یہ وعدہ ہے کہ تم ہماری پناہ میں ہو، ہماری حفاظت میں ہو دنیا جو چاہے کرے، دنیا کی سب طاقتیں بھی اکٹھی ہونا چاہتی ہوں، ہو لیں تمہیں تباہ نہیں کرسکتیں تمہیں ہلاک نہیں کرسکتیں اس لئے تم بغیر کسی خوف اور خطرے کے اپنی تبلیغ میں لگے رہو کیونکہ ہم تمہاری حفاظت کرنے والے ہیں۔ ہمارے فرشتے آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہیں ہلاکت سے بچائیں گے اور محفوظ رکھیں گے۔

اس آیت کو شروع کیا گیا ہے تبلیغ پر زور دینے سے اور پھر تسلی دلائی گئی ہے کہ جب تم تبلیغ کرو گے تو تمہارے خلاف فتنے تو کھڑے ہوں گے مگر تم ہلاک نہیں ہو گے۔ تکلیفیں تو دنیا میں دنیا والوں سے خدا تعالیٰ کے لئے خدا کے بندوں کو پہنچتی ہی ہیں لیکن تم خدا تعالیٰ کی پناہ میں ہو اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تمہیں کوئی طاقت ہلاک نہیں کرسکتی، مٹا نہیں سکتی۔ اگر یہ وعدہ اُمت محمدیہ کو نہ دیا جاتا تو بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ کا جو فریضہ تھا وہ کبھی ادا نہ کرسکتی کیونکہ انہیں یہ فکر ہوتی کہ اگر دشمن نے ہمیں ہلاک کر دیا تو تبلیغ کا راستہ کلیۃً منقطع ہو جائے گا خدا تعالیٰ نے کہا تم میں سے بعض مارے جاسکتے ہیں، تم میں

سے بعض ہلاک کئے جا سکتے ہیں، تم میں سے بعض قید کئے جا سکتے ہیں۔ تم میں سے بعض تبلیغ کے لحاظ سے پابند کئے جا سکتے ہیں تم میں سے بعض کی زبان بندی کی جا سکتی ہے۔ تم میں سے بعض کی قلم بندی کی جا سکتی ہے لیکن بحیثیت مجموعی اُمت مسلمہ اس قسم کے ابتلا اور اس قسم کے مصائب سے خدائے تعالیٰ کی پناہ میں ہے اور اس قسم کی کوئی مصیبت اس پر نہیں آ سکتی جو صفحہ ہستی سے ان کو مٹا دے۔

اگر آپ غور کریں تو ایک وقت وہ بھی تھا کہ اگر نبی اکرم ﷺ خدا کی حفاظت میں نہ ہوتے تو مکہ کا ایک سر پھرا آدمی آپ کو قتل کر دیتا یعنی اسلام کو مٹانے کے لئے صرف ایک آدمی کی ضرورت تھی پھر ایک وقت وہ آیا کہ اگر تین ہزار آدمی مرنے کے لئے تیار ہو جاتے تو بظاہر اسلام کو مٹا دیتے، لیکن خدا نے کہا کہ میں اتنے آدمی اور اتنی طاقت اسلام کے مخالف کو نہیں دوں گا کہ وہ اسلام پر کاری ضرب لگا سکے چنانچہ بدر کے میدان میں قریباً تین گنا طاقت کے ساتھ وہ آئے تھے۔ بعض صحابہ شہید بھی ہوئے لیکن انہیں مٹنے نہیں دیا گیا۔ پھر جب تک مکہ میں اور عرب میں اسلام مضبوط نہیں ہو گیا، قیصر اور کسریٰ کو خدا نے اجازت نہیں دی کہ وہ اسلام کو مٹانے کی کوشش کر دیکھیں۔ لیکن جب اسلام ملک عرب میں مضبوط ہو گیا تو قیصر و کسریٰ کو بھی اجازت دی گئی کہ وہ اسلام کے خلاف جس قدر چاہیں زور لگا لیں اور جو کچھ ان سے بن آیا اسلام کی مخالفت میں انہوں نے کیا مگر ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھا اور سب سے بڑا معجزہ جو ہمیں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی وقت بھی مخالفین کو اتنی طاقت نہیں دی گئی کہ وہ اُمت مسلمہ کو کلیۃً مٹا دیں۔ ایک حصہ نے قربانی دی ایک حصہ سے اللہ تعالیٰ نے قربانی لینی چاہی اور بشاشت سے اس کی راہ میں انہوں نے مصائب کے پہاڑ جھیلے لیکن اُمت مسلمہ بحیثیت ایک اُمت کے ہمیشہ خدا کی پناہ میں رہی اب مثلاً ہمارے زمانہ میں دجالی طاقتوں نے اس قدر قوت حاصل کر لی ہے کہ اگر وہ چاہتے یا اگر وہ چاہیں تو دنیا کے سارے مسلمانوں کو قتل کر سکتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے جہاں پہلے دوسری قسم کے معجزے دکھائے اب یہ معجزہ دکھایا کہ انسان کی عقل پر فرشتوں کا پہرا بٹھا دیا اور ان کو کہا کہ یہ زمانہ تلوار کے ساتھ مذہب کو مٹانے کا نہیں دلائل سے مقابلہ ہونا چاہئے۔ ان کے پاس طاقت تو ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی توجہ کو اس طرف سے ہٹا دیا کہ وہ طاقت کے ذریعہ مسلمانوں کو مٹانے کی کوشش کریں۔ پس آج اگر دجال مادی طاقت کو استعمال کر کے ہر مسلمان کو قتل کرنا چاہے تو اس کے اندر یہ طاقت تو ہے لیکن خدا نے کہا کہ طاقت تو دے دی ہے لیکن اس کے استعمال کی اجازت نہیں دوں گا، اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف۔

جس طرح نبی اکرم ﷺ کو وعدہ دیا گیا خصوصی حفاظت کا اسی وجہ سے اور اسی غرض کے پیش نظر اُمت مسلمہ کو بھی خصوصی حفاظت کا وعدہ دیا گیا ہے اور عملاً دنیا میں کبھی بھی خدا تعالیٰ نے مخالفین کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ اُمت مسلمہ کو کلیۃً دنیا سے مٹا دیں۔ اپنے ہی حالات دیکھ لو ایک وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے ایک آدمی کافی تھا کوئی جماعت آپ کے ارد گرد نہیں تھی ایک بار صرف بارہ آدمی آپ کے ساتھ تھے دہلی کے سفر میں بڑا بلوہ ہوا باہر کی دیوار یا دروازہ توڑ کے مخالف صحن میں گھس آئے اور اندر کے دروازے کو توڑ رہے تھے کہ پتہ نہیں کیوں؟ وہ وہاں سے بھاگ اٹھے اور واپس چلے گئے وہ کیوں بھاگے؟ اس سوال کا جواب اس آیت میں ہے جو شخص خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہو یا جو قوم خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہو، دنیا کا کوئی مکر، دنیا کا کوئی منصوبہ اور دنیا کی کوئی طاقت اسے یا انہیں مٹا نہیں سکتی اور یہ وعدہ جو ہے یہ دلوں کو مضبوط کرنے والا اور قربانیوں پر اُبھارنے والا ہے۔

دوسرے اس میں یہ اشارہ کیا گیا تھا کہ جو شریعت دی جائے گی اس نبی کو وہ بھی محفوظ ہوگی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر :۱۰) کہ اس ذکر اور اس قرآن کریم کو ہم نے اتارا ہے اور اس کی حفاظت کے سامان مہیا کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے جس طرح چاہا اس نے حفاظت کی اور کرتا چلا آ رہا ہے۔ جب کثرت کے ساتھ کاغذ پر قرآن کریم لکھا جا کر اس کی اشاعت کے ذریعہ اس کی حفاظت نہیں ہو سکتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے لاکھوں ذہنوں کو اس بات کے لئے تیار بھی کیا اور اس کی طاقت بھی دی کہ وہ قرآن کریم کو حفظ کر لیں اور ان میں سے ہزاروں ایسے بھی پیدا ہوئے جن کا حافظہ اتنا اچھا تھا کہ وہ زیر و زبر کی غلطی بھی کبھی نہیں کرتے تھے لیکن سارے مل کے تو ایسا حافظہ رکھنے والے تھے کہ اگر کوئی غلطی کر جاتا تھا تو دوسرا فوراً اس کی تصحیح کرنے والا بھی موجود ہوتا تھا یعنی بحیثیت مجموعی حافظ قرآن غلطی نہیں کر سکتے تھے۔

پھر یہ بتانے کے لئے کہ حفاظ کی یہ کثرت اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت کے ماتحت پیدا ہوئی تھی جب قرآن کریم کاغذ کے اوپر شائع ہونا شروع ہو گیا تو حفاظ کی تعداد کم ہونی شروع ہو گئی اور اس سے ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ وہ ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کردہ تھا۔ انسانی تدبیر کا اس میں دخل نہ تھا معانی کے لحاظ سے ہر صدی میں اللہ تعالیٰ نے ایسے بزرگ اور اولیاء پیدا کئے صدی کے شروع میں بھی صدی کے وسط میں بھی اور صدی کے آخر میں بھی کہ جو خدا تعالیٰ کی توفیق سے خدا تعالیٰ کا اس قدر قرب حاصل کرنے

والے تھے کہ اللہ تعالیٰ خود ان کو علم قرآن سکھاتا تھا خود ان کا معلم تھا اور اپنے وقت کی ضرورتوں کو پورا کرنے والے اور اپنے وقت کے مسائل کو وہ حل کرنے والے اور اپنے وقت کی الجھنوں کو وہ سلجھانے والے تھے۔

پھر اب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت ہی زبردست تحریک دنیا میں جاری کی ہے تمام اکناف عالم میں اسلام کو غالب کرنے کی اور اسلام کے نور کو پھیلانے کی اور ہمیں اس نے محض اپنے فضل سے یہ توفیق عطا کی ہے کہ ہم آپ کی جماعت میں شامل ہوں اور ہمارے لئے یہ موقع مہیا کیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو وہ قربانیاں دے کر جو خدا تعالیٰ ہم سے لینا چاہتا ہے ہم اس کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں اور خدا کرے کہ ہم میں سے ہر ایک اس کی رضا کو حاصل کرنے والا بنے۔

تو لفظی حفاظت بھی اور معنوی حفاظت بھی قرآن کریم کی اللہ تعالیٰ نے کی ایسے حالات میں ایسے طریق پر یہ حفاظت کی کہ کوئی عقل مند شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ جو قرآن کریم کی حفاظت کی گئی ہے وہ کسی انسانی تدبیر کا نتیجہ نہیں ہے محض اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ اور خاص اس کی حفاظت کی وجہ سے ہے جس کا اس نے وعدہ دیا تھا وہ اپنے وعدوں کا سچا، اپنے قول کا صادق ہے اس نے اپنے وعدے کو پورا کر دکھایا۔

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ ہمیں بھی وہ ان بندوں میں شامل کرلے کہ جن کے ذمہ وہ یہ لگائے کہ قرآن کریم کی معنوی حفاظت کرو یعنی صحیح علم قرآن وہ حاصل کرنے والے ہوں۔ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے نہ ہوں اپنے دنیوی مطلب کے حصول کے لئے قرآن کریم کو استعمال کرنے والے نہ ہوں۔ بلکہ قرآن کریم کے حقیقی علوم وہ اپنے ربّ سے سیکھنے والے ہوں اور خدا تعالیٰ کے ان پیاروں میں شامل ہوں جن پر خدا تعالیٰ اپنا فضل کرتا اور ان کے ذریعہ سے اس عظیم کتاب مکنون کے علومِ ضرور یہ کے چہرہ سے پردوں کو ہٹاتا ہے اور وہ ہمیں ان لوگوں میں شامل نہ کرلے جن کی زبان پر تو قرآن ہوتا ہے لیکن جن کا دل قرآن کے نور سے خالی ہوتا ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۴؍جون ۱۹۶۷ء صفحہ ۱ تا ۵)

☆......☆......☆